OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN(E) 2788-4058
ISSN(P) 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 22-42

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ بحیثیت مبلغ اسلام

Hazrat Baba Fareed Ud Din Masood Ganj Shakar as a Preacher of Islam

Dr. Razia Shabana

Associate Professor, Department of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan

Dr. Fayaz Ahmad Farooq

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Institute of Southern Punjab, Multan

Abstract

Hence the great Sufis lived in this territory, who introduced the human beings with the dignity and true teachings of Islam. In subcontinent the four religious thought (Qadiria, Suharwardia, Naqshbanadia and Chishtia) present. After the conquest of Muhammad Bin Qasim when Islam interred into subcontinent in the reign of Mahmood Gaznavi, Khuwaja Muhammad Chishti presided it, who always favored Sultan Mahmood Gaznavi. After him, his caliphs continued the sacred work of spiritual preaching. In the wake of division of Hindustan this chishti school of thought continued to correct the manners of peoples. Among the great names of this school Baba Fareed is one of the most prominent Sufis who have none to compare in piety preachings. Thousands of non Muslims embraced Islam at his hands his sacrifice for Islam will remain eternal. So, it is a need of time to understand Baba Fareed Ud Din Masood's religious services, teachings and spreading Islam.

Keywords: Sufis, Territory, Dignity, Qadiria, Suharwardia, Naqshbanadia, Chishtia, Sacred work, Piety preachings.

تعارف

برصغیر کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو سلطنت دہلی اپنے سینے میں کافی داستانیں سموئے ہوئے ہے۔ یہ سیاسی عروج کا دور تھا جب مسلمان تعداد میں بہت کم تھے مگر سیاسی اقتدار پر ان کو کمان حاصل تھی۔ اس دور میں اسلام کی عظمت انسانی رویوں سے عیاں تھی، یہ وہ دور تھا جب اسلام کی عظیم الشان تہذیب ہندوستان کے قدیم کلچر سے ٹکرا کر اسے پارہ پارہ کر رہی تھی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس خطہ کو عرب و عجم کے علماء، صلحاء، شعراء اور صوفیاء اپنا مسکن بنا رہے تھے اور برصغیر میں ایک نیا معاشرہ جنم لے رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں اب تک اس خطہ میں عظیم صوفیاء کے نام ملتے ہیں جنھوں نے دنیائے انسانیت کو اسلام کی عظمت اور اس کی صحیح تعلیمات سے روشناس کرایا۔

برصغیر میں چاروں سلاسل (قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، چشتیہ) کا تذکرہ ملتا ہے۔ محمد بن قاسم کی فتوحات کے بعد جب اسلام محمود غزنوی کے دور میں مستقل طور پر برصغیر میں داخل ہوا تو اس کی سربراہی خواجہ محمد محترم چشتی نے فرمائی، جو سلطان محمود غزنوی کی روحانی طور پر پشت پناہی فرمارہے تھے۔ آپ کے بعد آپ کے خلفاء نے برصغیر میں باطنی ہدایت کا کام جاری و ساری رکھا۔ اور تقسیم ہند کے بعد بھی اس سلسلہ چشت نے خلق خدا کی ہدایت و اصلاح کے سلسلے کو بھی عام کیے رکھا۔ اس سلسلے کو جن بزرگوں سے دوام حاصل ہوا ان میں سے ایک نام بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمہ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ آپ سلسلہ چشت کے ان اکابر اولیاء میں سے ہیں جن پر زمانہ ہمیشہ فخر کرتا رہے گا۔ آپ سلطان السالکین اور شمس العارفین کے القابات سے مشہور تھے۔ زہد و تقویٰ میں یگانہ روزگار تھے اور ہزاروں غیر مسلم آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے۔ آپ کی خدمت اسلام ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے گی۔ اس مقالہ کے آنے والے صفحات میں ان کے احوال اور اسلام کے حوالے سے ان کی خدمات کا جائزہ لیا جائے گا۔

جب بھی اللہ کی برگزیدہ ہستی اس دنیا میں تشریف لاتی ہے تو اس ہستی کو حیات مبارکہ میں بھی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور پھر اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی اسے مختلف انداز اور طریقوں سے خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ اسی لیے اس برگزیدہ ہستی کی فیوض وبرکات سے راہنمائی بھی حاصل کی جاتی ہے۔ آپ کی زندگی کا مطالعہ کرنے اور آپ کی ذات اقدس سے فیض حاصل کرنے کے لیے آپ کی تعلیمات پر بہت کچھ لکھا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے

کہ لوگوں نے آپ کی علمی، روحانی اور سلوک و منازل سے متعلق تعلیمات سے رہنمائی حاصل کرنے کے لیے اس کو علمی ذخیرے کی صورت میں مدون کر دیا تاکہ آنے والے لوگوں کے لیے روحانی کرنیں بکھرتی رہیں اور لوگ آپ کی تعلیمات سے فیض حاصل کرتے رہیں۔

اگر ان کا جائزہ لیا جائے تو جو تحقیقی اور تصنیفی مواد ہمارے سامنے آتا ہے اس کو ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں۔

بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمہ اللہ علیہ کی اپنی تین فارسی کتب کا تذکرہ ملتا ہے جن میں راحت القلوب، اسرار الاولیاء اور فوائد السالکین ہیں۔ اسرار الاولیاء کو شیخ بدر الدین اسحاق نے مرتب کیا اس کا اردو ترجمہ پروفیسر عبد السمیع ضیاء نے کیا اور مکتبہ فریدیہ ساہیوال نے اس کو شائع کیا۔ اس کے علاوہ جن کتب اور تذکروں کا ذکر ملتا ہے وہ بھی ذیل میں ہیں:

۱۔ سید محمد مبارک علوی کرمانی المعروف امیر خورد کی سیر الاولیاء جس کا ترجمہ اعجاز الحق قدوسی نے کیا اور مرکزی اردو بورڈ لاہور نے ۱۹۸۰ء میں اس کو شائع کیا۔

۲۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے معارف فریدیہ کے عنوان سے دیوان بابا فرید الدین گنج شکر کو مدون کیا جسے ڈاکٹر سید قمر علی زیدی، ڈائریکٹر مذہبی امور و اوقاف پنجاب نے جون ۲۰۰۵ء میں شائع کیا۔ جس میں آپ کے ملفوظات کو بھی جمع کیا گیا۔

۳۔ واحد بخش سیال چشتی کی کتاب مقام گنج شکر جسے الفیصل ناشران و تاجران لاہور نے شائع کیا اور اس کی دوسری اشاعت بھی ۲۰۰۰ء میں ہو چکی ہے۔

۴۔ محمد غوثی شطاری مانڈوی کی اذکار ابرار المعروف گلزار ابرار، جس کا ترجمہ فضل احمد جیوری نے کیا۔ اس کی اشاعت جدید کو اسلامی بک فاونڈیشن لاہور نے ۱۳۹۵ھ میں شائع کیا۔

۵۔ محمد علی اصغر چشتی نے جواہر فریدی کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس کا ترجمہ مولانا فضل الدین نقشبندی نے کیا اور اس کو مکتبہ بابا فرید پاک پتن نے شائع کیا۔

۶۔ خلیق احمد نظامی نے تاریخ مشائخ چشت میں آپ کا تذکرہ کیا جس کو مشتاق بک کارنر لاہور نے شائع کیا۔

۷۔ خواجہ نظام الدین اولیاء نے فوائد الفواد میں آپ کا ذکر کیا، جس کو امیر حسن سنجری نے مرتب کیا اور خواجہ حسن ثانی نظامی دہلوی نے اس کا ترجمہ کیا اور مکتبہ زاویہ دربار مارکیٹ لاہور نے ۲۰۰۳ء میں اس کو شائع کیا۔

۸۔ حضرت الہدیہ ابن شیخ عبد الرحیم نے تذکرہ خواجگان چشت میں آپ کا ذکر کیا جس کا اردو ترجمہ پروفیسر محمد معین الدین دردائی نے کیا اور نفیس اکیڈمی کراچی نے شائع کیا۔

۹۔ اکادمی ادبیات پاکستان کے زیر اہتمام پاکستان کے صوفی شعراء جنھیں سعیدہ درانی اور راشد متین نے مرتب کیا اس کو بھی شائع کر دیا گیا ہے۔

بابا فریدالدین کا خاندانی پس منظر

بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمہ اللہ علیہ علمی اور صوفی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا تعلق افغانستان کے شاہی خاندان سے تھا۔

امیر خورد ''سیر الاولیاء'' میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> ''حضرت باب مسعود فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ علیہ کے آباء و اجداد کابل (افغانستان) کے رہنے والے تھے۔ آپ کا تعلق کابل کے انصاف پسند بادشاہ فرخ شاہ کی اولاد سے ہے۔ اس زمانے میں دنیا کی زمام حکومت فرخ شاہ کے ہاتھ میں تھی اور تمام ملکوں کے بادشاہ ان کے فرماں بردار تھے۔''[1]

آپ کے خاندانی پس منظر کی وضاحت کرتے ہوئے آپ کے والد محترم کے حوالے سے امیر خورد رقم طراز ہے:

> ''آپ کے والد ماجد مسعود بن سلیمان جو دولت ابدی اور سرمدی کو پہنچے تھے اور علم و تقویٰ، زہد و ورع، ترک تجرید، عشق و بکا، ذوق کلام محبت، اشارات و رموزات میں بے نظیر اور اپنے عہد کے یگانہ فرد تھے۔ کرامت کے میدان میں عالم دین کے سرداروں سے گوئے سبقت لے گئے تھے۔''[2]

جہاں تک آپ کی والدہ ماجدہ کا تعلق ہے تو وہ بھی ایک علمی اور صوفی گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ محمد علی اصغر چشتی ''جواہر فریدی'' میں رقم طراز ہے:

> ''آپ کی والدہ ماجدہ بی بی قرسم خاتون مولانا وجیہ الدین خجندی کی دختر تھیں۔''[3]

حسب نسب

ابن شیخ عبد الرحیم نے ''تذکرہ خواجگان چشت'' میں آپ کا حسب نامہ یوں بیان کیا ہے:

> ''شیخ فرید الدین شکر گنج مسعود اجودھنی، ابن شیخ سلیمان، ابن شیخ محمد احمد، ابن شیخ یوسف، ابن شیخ شہاب الدین المعروف بہ فرخ شاہ کابلی۔ ابن نصیر فخر الدین محمود، ابن

سلیمان، ابن شیخ مسعود، ابن شیخ عبد اللہ واعظ الاصغر ابن واعظ الاکبر، ابو الفتح، ابن شیخ اسحاق، ابن شیخ عبد اللہ، ابن امیر المومنین حضرت عمر فاروق ابن الخطاب، ابن ثقیل، ابن عبد العزیٰ ابن ریاح، ابن فرط، ابن عدی، ابن کعب، ابن لوی، ابن غالب، ابن فہر، ابن مالک، ابن نضر اور یہ سب قریش مکہ تھے۔"(4)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ حسبی اور نسبی ہر دو لحاظ سے قابل تحسین ہیں اور آپ کو جو خاندانی وجاہت ملی آپؒ کی ذات اس کا عملی ثبوت ہے۔

لاہور میں آمد

آپ کے دادا قاضی شعیب اپنے تین صاحب زادوں اور اپنے دوسرے اہل و عیال کے ساتھ لاہور تشریف لائے اور قصبہ قصور میں قیام فرمایا۔ قسور کے قاضی جو عدل و انصاف اور مروت میں اپنے عہد کے قاضیوں کے لیے باعث فخر تھے۔ آپ کے خاندان کی عزت و تکریم کی اور آپ کے جد امجد قاضی شعیب کو ملتان کے قریب کھتوال میں قضاء کے عہدے پر مقرر فرمایا۔ قاضی شعیب نے وہیں سکونت اختیار کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے خاندان میں سے اس عظیم المرتبت بزرگ یعنی آپ کے والد ماجد کو پیدا کیا جنھوں نے ہندوستان کے رہنے والوں کو (جو دریائے ظلمت اور معاصی میں غرق تھے) دستگیری فرما کر نکالا۔ (5)

محمد غوثی شطاری مانڈوی نے گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ

"آپ کے تیسرے دادا یوسف چنگیز خان (6) کے عہد میں ہندوستان آئے تھے اور قصبہ کوتوال میں قیام فرمایا تھا۔ اسی مقام پر آپ کی ولادت ہوئی اور ابتدائی تعلیم بھی یہیں سے حاصل کی۔"(7)

ابن شیخ عبد الرحیم نے تذکرہ خواجگان چشت میں لکھا ہے کہ

"آپ کے جد بزرگوار قاضی شعیب اپنے تین لڑکوں اور کچھ مال و متاع کے ساتھ لاہور وارد ہوئے اور ملتان کے مضافات میں ایک قصبہ کہنی وال ہے، بادشاہ کی اجازت سے وہیں اقامت پذیر ہوئے۔"(8)

ان اثار سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دادا افغانستان سے ہجرت کر کے لاہور (موجودہ پاکستان اور صوبہ پنجاب کا شہر) آئے۔ یہاں کے حاکم نے آپؒ کے خاندانی وجاہت کے پیش نظر آپ کی عزت و تکریم کی اور آپ کو اپنی سلطنت کے ایک علاقے (کھتوال) کا قاضی بنا دیا۔ اس کے

نام میں مختلف تذکرہ نگاروں نے جزوی ترمیم کی ہے مگر میرے خیال میں یہ طرز تحریر کی وجہ سے ہوا ہے۔اس کا اصل نام کھتوال ہی ہے جس طرح امیر خورد نے سیر الاولیاء(جو اولین ماخذ ہے) میں اسی نام کو بیان کیا ہے۔

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت قصبہ کھتوال [9] میں ۵۷۵ھ کو ہوئی۔[10] اور بعض نے آپ کا سن ولادت ۵۶۹ھ بھی لکھا ہے۔[11]

شیخ بدر الدین اسحاق نے آپ کی ولادت سے متعلق لکھا ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت ۵۷۱ھ بمطابق ۱۱۷۵ء کو ہوئی۔[12]

آپ کی ولادت کے بارے میں اختلاف ہے مگر اصح یہ ہے کہ جو امیر خورد نے بھی بیان کیا کہ آپ کی پیدائش ۵۶۹ھ میں ہے۔

نام مبارک

محمد غوثی شطاری مانڈوی آپ کا مکمل نام بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہے:

"آپ کا نام مسعود بن سلیمان ابن قاضی شعیب ابن احمد ابن یوسف ابن شہاب الدین ابن فرخ شاہ کابلی ہے۔"[13]

حافظ محمد حسین مراد آبادی نے انوار العارفین میں فرید الدین کہلانے کے حوالے سے لکھا ہے کہ

"حضرت فرید الدین عطار نے آپ کو فرید الدین کا نام عنایت کیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فرید الدین لقب ہے جو بارگاہ ایزدی سے آپ کو عطا ہوا۔"[14]

یہ بات قرین قیاس ہے اور ایسا ہونا درست بھی تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ آپ کا نام مرشد کے نام پر رکھ دیا گیا ہو، کیونکہ اہل صوفیاء میں اس کو پسند کیا جاتا ہے۔نہ صرف صوفیاء کے ہاں بلکہ اہل علم میں بھی اس کو اختیار کیا جاتا ہے کہ نام کی مماثلت کسی اہل علم کی طرف کی جاتی ہے اور اس کا باطنی اور روحانی اثر بھی ہوتا ہے۔

گنج شکر کی وجہ تسمیہ

گنج شکر کے حوالے سے تذکروں میں بہت سے واقعات ملتے ہیں ان میں سے چند ایک کا ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔ امیر خورد سیر الاولیاء میں لکھتے ہیں:

''بابا فرید نے ایک دفعہ مسلسل تین دن روزہ رکھا تیسرے دن افطار کے وقت ایک شخص چند روٹیاں لایا آپؒ نے یہ سمجھا کہ یہ غائب سے آئی ہیں تو انھیں تناول فرمالیا مگر فوراً ہی آپ کا جی متلایا اور جو کچھ کھایا تھا وہ قے کے راستے باہر آ گیا اور آپ کا معدہ اس کھانے سے خالی ہو گیا۔ جب آپ نے اپنے پیر سے یہ بات بیان کی تو انھوں نے فرمایا مسعود تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ تین دن کے بعد جو افطار کیا تھا وہ ایک شرابی کے کھانے سے افطار کیا جس کو آپ کے معدے نے قبول نہیں کیا۔ پھر آپ نے تین دن کا روزہ طے کیا اور چھ دن گزر گئے اور آپ کو کوئی کھانا نہ ملا۔ آپ کو انتہادرجے کا ضعف پیدا ہوا یہاں تک کہ ایک پہر رات گزر گئی ضعف اور بھی بڑھا اور بھوک کی حرارت سے نفس جلنے لگا آپ نے مبارک ہاتھ زمین کی طرف بڑھایا اور زمین سے چند سنگ ریزے اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لیے۔ آپ کے دہن مبارک کی برکت سے یہ سنگ ریزے شکر کے ہو گئے۔ آپ کے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ شیطان کی چال نہ ہو، اس وجہ سے آپ نے وہ سنگ ریزے تھوک دیے۔ آدھی رات کو آپ نے چند اور سنگ ریزے اٹھائے اور منہ میں ڈالے تو وہ بھی شکر ہو گئے، لیکن پھر بھی آپ کو خیال ہوا کہ یہ مکر نہ ہو اور آپ نے اس شکر کو بھی تھوک دیا یہاں تک کہ رات آخر ہو گئی تو آپ نے پھر چند سنگ ریزے اٹھائے اور منہ میں ڈال لیے تو وہ بھی شکر ہو گئے۔ اس وقت آپ کے دل میں خیال ہوا کہ یہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اس سے آپ نے افطار کیا۔ اس کے بعد آپ پیر شکر بار گنج شکر مشہور ہوئے۔''(15)

محمد غوثی مانڈوی نے ''اذکار ابرار'' میں لکھا ہے کہ

''ایک دفعہ آپ کو سر راہ بنجارن (سوداگر) کا ایک قافلہ ملا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ آپ کے پاس کیا سامان ہے تو اس نے جواب دیا نمک ہے تو آپ نے فرمایا کہ نمک ہی ہو گا۔ منزل مقصود پر جا کر جب اس سوداگر نے دیکھا آپ کے فرمانے کے اثر سے شکر کی بوریاں نمک کی بوریاں ہو چکی تھیں۔ سوداگر نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارے

معاملے کی وضاحت کی تو آپ نے فرمایا کہ غم نہ کرو اگر شکر ہے تو شکر ہو جائے گی۔"(16)

چنانچہ وہ نمک شکر ہو گیا اور اس روز سے آپ گنج شکر کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ابن شیخ عبد الرحیم نے تذکرہ خواجگان چشت میں لکھا ہے کہ:

"حضرت شیخ فرید الدین عطار نے ایک تقریب میں اپنا نام ان کو عطا فرمایا تھا اسی طرح شکر گنج کا خطاب بھی آپ کو اپنے پیر سے ملا تھا اور آپ کے ایک سو ایک نام اور القاب ہیں۔"(17)

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ کا ظاہری طور پر شیر و شکر ہونا اپنی جگہ درست ہے، مگر اس کا ایک باطنی مفہوم بھی ہے وہ یہ کہ آپ دلوں کی میل صاف کر کے ان کو بھی شیریں بنا دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے ان میں توحید، احترام انسانیت اور خدمت خلق کا جذبہ پیدا ہو جاتا تھا۔

تعلیم و تربیت

آپ کی تعلیم کا آغاز آپ کی والدہ کے زیر سایہ ہوا۔ والدہ معظمہ نہایت صالحہ پارسہ اور کاملہ خاتون تھی۔ مزید علوم و فنون اور معرفت و تصوف کی منازل ملتان میں آکر طے کیں۔ بچپن میں قرآن حکیم حفظ کیا اور بعد میں علوم دینیہ اور سلوک و منازل کی راہیں حاصل کیں۔ محمد قاسم فرشتہ اپنی کتاب "تاریخ فرشتہ" میں رقم طراز ہے:

"آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، بارہ سال کی عمر میں آپ نے قرآن شریف حفظ کیا۔ جب آپ کی عمر پندرہ سال ہوئی تو ملتان تشریف لائے اور مولانا منہاج الدین ترمذی سے فقہ کی مشہور کتاب نافع پڑھی۔"(18)

ابن عبد الرحیم "تذکرہ خواجگان چشت" میں لکھتے ہیں:

"اسی زمانے میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ہندوستان جاتے ہوئے اس علاقے سے گزرے تو خواجہ قطب الدین نے ازراہ شفقت بابا فرید الدین سے پوچھا کہ لڑکے کیا پڑھتے ہو جواب دیا علم فقہ میں نافع نام کی ایک کتاب پڑھتا ہوں۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے فرمایا ان شاء اللہ تم کو نافع سے نفع ہو گا۔"(19)

"اس کے بعد آپ قندھار تشریف لے گئے وہاں پانچ سال قیام کیا اور تفسیر، حدیث، فقہ، صرف و نحو اور منطق وغیرہ میں اعلیٰ قابلیت حاصل کی۔"(20)

بیعت و خلافت

جب ملتان میں بابا فرید الدین کی خواجہ قطب الدین سے ملتان میں ملاقات ہوئی اور انھوں نے آپ کی تعریف کی اور نافع سے نفع اٹھانے کی دعا دی تو آپؒ کے دل میں اتنا اثر پیدا ہوا کہ آپ نے ان کے ساتھ دہلی جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔اسی بات کی وضاحت امیر خورد "سیر الاولیاء" میں کرتے ہیں کہ

"کہ جب شیخ قطب الدین نے آپ کو کتاب نافع پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کیا تم سمجھتے ہو کہ اس نافع سے تمھیں نفع ہو گا۔بابا فرید نے عرض کیا کہ میرا نفع تو آپ کی نگاہ کیمیا کے اثر میں ہے،یہ کہ کر بابا فرید اٹھے اور شیخ الاسلام قطب الدین کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کی اور سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا اور آپ کے عقیدت مندوں میں شامل ہو گئے۔"(21)

چناچہ رونق علی "روضۃ الاقطاب" میں بابا فرید الدین کی بیعت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"بابا فرید الدین نے ۹۰ھ میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی بیعت سے مشرف ہوئے اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی۔"(22)

ہانسی میں قیام

بابا فرید الدین شیخ قطب الدین کی خلافت سے سر فراز ہونے کے بعد دہلی سے نکل کر ہانسی پہنچے اور وہاں سکونت اختیار کی اور ظاہری و باطنی مجاہدوں اور ریاضتوں میں مشغول ہو گئے۔کچھ لوگوں نے آپ کو تعصب سے ناصبی اور مرجئ(23) کہا،حالانکہ آپ ان دونوں فرقوں سے پاک تھے اور نہایت متقی اور پرہیز گار تھے۔(24)

کھتوال میں تشریف آوری

ہانسی میں قیام کے دوران جب آپ کی شہرت ہر سو ہونے لگی تو آپؒ نے ہانسی کو خیر باد کہ کر اپنے آبائی علاقے کا رخ کیا اور آباء و اجداد کی سرزمین کو اپنا مسکن بنایا۔امیر خورد "سیر الاولیاء" میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہے:

"جب آپ کی عظمت و شہرت ہانسی کے باشندوں میں ہوئی تو آپؒ ہانسی کو چھوڑ کر کھتوال تشریف لے گئے جو آپ کے آباء و اجداد کا قدیم وطن تھا اور آپ ایک عرصے تک وہاں

ذکر و شغل میں مصروف رہے۔"(25)

اجودھن (پاک پتن) میں تشریف آوری

بابا فرید الدین مسعود گنج شکر خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے بعد ہندوستان میں روحانی سلسلے کے راہنما مقرر ہوئے۔ آپ نے اپنے مرشد سے روحانی فیض حاصل کیے اور ان کی وفات کے بعد آپ کو چشتیہ مکتبہ فکر کا باقاعدہ سربراہ بنا دیا گیا اور آپ نے پنجاب کے علاقے اجودھن(26) کو اپنا روحانی مسکن بنایا اور یہاں آپ نے ایک جماعت خانے کی بنیاد رکھی اور آپ کی یہ صوفیانہ درسگاہ تمام جملہ خصوصیات کی حامل تھی۔ آپ نے لوگوں کی روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ انھیں اسلام کی حقیقی تعلیمات سے بھی روشناس کراتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے ظاہری اور باطنی کمالات کی وجہ سے لوگوں کی ایک کثیر تعداد حلقہ اسلام میں داخل ہو کر عبادت و ریاضت میں مصروف ہوئی۔ امیر خورد سیر الاولیاء میں رقم طراز ہے:

> "جب آپ کی شہرت عام ہوئی اور اعلیٰ و ادنیٰ آپ کی خاک بوسی کے لیے آنے لگے تو آپ کھتوال سے اجودھن تشریف لائے کیونکہ وہ ایک گمنام مقام تھا۔ یہ مقام یعنی پاک پتن آپ کے وجود مبارک سے ہندوستان اور خراسان کا قبلہ ہو گیا اور قیامت تک بے چاروں، مسکینوں، ملوک اور بادشاہوں کا ماویٰ و ملجا رہے گا۔"(27)

پاک پتن میں آپؒ کا قیام نہ صرف برصغیر بلکہ دیگر ممالک کے لیے بھی بہت فائدہ مند رہا خصوصاً صوبہ پنجاب اور سندھ میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں آپ نے کارنامہ ہائے عظیم سرانجام دیے۔ کفر کی ظلمت اور جہالت کی تاریکی کو مٹانے میں آپ کی مساعی جمیلہ نے بہت بڑا کردار ادا کیا۔ اس پورے علاقے میں خانقاہ فریدیہ مینارہ نور تھی۔ آپؒ کی تعلیمات اور رشد و ہدایت سے مسلمانوں کے ایمان تازہ ہوئے اور غیر مسلم کثیر تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اس پورے علاقے میں بسنے والی قومیں آپؒ کے فیضان نظر سے دولت ایمان سے بہرہ ور ہوئیں۔ وہ گویا درخشندہ آفتاب تھے کہ جس کی نورانی کرنوں نے برصغیر کو روشن و منور کیا۔(28)

وفات

امیر خورد نے آپ کی وفات سے متعلق لکھا ہے کہ آپ کی وفات ۶۶۴ھ بمطابق ۱۲۶۵ء میں ہوئی اس لحاظ سے آپؒ کی عمر مبارک ۹۵ سال ہوئی۔ (29) آپ کا مزار پر انوار پاک پتن میں فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔

ازواج واولاد

حضرت بابا فرید گنج شکر نے چار شادیاں کیں، آپؒ کی پہلی شادی بی بی نہریزہ (سلطان غیاث الدین بلبن کی صاحب زادی) سے ہوئی، آپؒ کی دوسری شادی بی بی کلثوم (شیخ نصر اللہ کی والدہ) سے ہوئی، آپؒ کی تیسری شادی بی بی شاروسے ہوئی اور چوتھی شادی بی بی سکر سے ہوئی۔

آپؒ کے پانچ صاحب زادے اور تین صاحب زادیاں تھیں، صاحب زادوں کے نام یہ ہیں

۱۔ شیخ نصر الدین نصر اللہ ۲۔ شیخ شہاب الدین ۳۔ شیخ بدر الدین سلیمان
۴۔ خواجہ نظام الدین ۵۔ شیخ یعقوب

صاحب زادیوں کے نام یہ ہیں

۱۔ بی بی مستورہ ۲۔ بی بی شریفہ ۳۔ بی بی فاطمہ [30]

اسلامی تعلیمات کی ترویج واشاعت

بابا فریدؒ نے تبلیغ دین کے لیے جس خطہ کا انتخاب کیا وہ اجودھن (پاکپتن) جیسا پسماندہ علاقہ تھا۔ جہاں بابا فریدؒ نے اپنا ڈیرہ لگایا وہ علاقہ خطرناک جنگلوں، سانپوں اور بچھوؤں کا مسکن تھا۔ وہاں تک کا سفر بھی آسان نہ تھا جبکہ سفر کی وہ سہولتیں بھی میسر نہیں تھیں جو آج کے دور میں ہیں۔ اجودھن اور اس کے گردونواح میں ہندوؤں کی اکثریت تھی۔

یہ لوگ سخت، وحشی، اجڈ اور جنگجو تھے۔ جاہلانہ ضعیف الاعتقادی، اوہام پرستی، چھوت چھات اور ذات پات کی اونچ نیچ اور ذہنی جمود کا شکار تھے۔

بابا فریدؒ نے کفر وطغیان کے اس مرکز میں نور حق کی شمع جلائی بقول امین الدین جو اپنی کتاب ''تذکرہ علی ہجویری'' میں لکھتے ہیں:

> ''اس زمانے میں ہندوں کا خاص علاقہ تھا۔ جہاں ہندوؤں کا مشہور راج جوگی رہتا تھا۔ جس کا نام سمبھوناتھ تھا۔ ہندوؤں پر اس کا بڑا اثر ورسوخ تھا۔ بابا صاحبؒ کو مرشد گرامی نے ہدایت خلق اور تبلیغ اسلام کی خاص طور پر ہدایت فرمائی تھی۔ اس لیے آپ نے ہندوؤں کے اس علاقہ کو اپنی تبلیغ وہدایت کا مرکز بنایا تاکہ کفر کی تاریکیوں کو اسلام کی ضیاء باری سے منور کریں چنانچہ آپ کی مساعی سے اس علاقہ کی کایا پلٹ گئی۔ ہندو جوق در جوق اسلام قبول کر کے آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوتے گئے سمبھوناتھ بھی اسلام قبول

کر کے درجہ ولایت کو پہنچا۔"[31]

بابا فریدؒ کی ذات گرامی میں ایسی جاذبیت تھی کہ جو ایک دفعہ آپ کے پاس آتا تو آپ ہی کا ہو جاتا۔ آپ نے ان لوگوں کو اسلام کی حقانیت سے آگاہ کیا اور اس کی عملی مثال پیش کی۔

خلوت پسند بابا فرید نے جب دین اسلام کی اشاعت، مخلوق کی بہتری اور اصلاح کا وقت آیا تو اپنی خلوت پسندی جو اس لحاظ سے انہیں بہت محبوب تھی کہ ان کے اور ان کے محبوب حقیقی کے درمیان کوئی مخل نہ ہو اور وہ اسی طرح اپنے محبوب سے تنہائی میں چپکے چپکے ملاقات اور بات کرتے رہے۔ انہوں نے اپنے دروازے ہر کس و ناکس کے لیے کھول دیے۔ رات دن آنے والوں کا جمگھٹا رہتا۔ ان کے دکھ درد اور مسائل میں ان کا ساتھ دیتے۔

بابا فریدؒ کی خانقاہ میں ہندو جوگی اکثر آیا کرتے اور جماعت خانہ کے درویشوں سے اکثر مختلف مسائل پر گفتگو کرتے۔ شیخ نظام الدینؒ کی ملاقات بابا صاحبؒ کے جماعت خانے میں ہندو جوگیوں سے بھی ہوئی اور ان سے گفتگو بھی کرتے رہے۔[32]

بابا فریدؒ کے جماعت خانے میں مختلف مذاہب کے لوگ آتے مل بیٹھ کر تبادلہ خیال کرتے۔ بابا فریدؒ کی میٹھی رسیلی گفتگو، ان کے کردار و شخصیت، مجاہدہ و ریاضت اور حسن عمل نے ان لوگوں کے دل و روح کو بدل کر رکھ دیا۔ اس طرح کی تبلیغ و اشاعت کا یہ نتیجہ نکلا کہ ان لوگوں کو اسلام سے جو اجتناب اور تعصب تھا۔ جاتا رہا اور تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کے وجود مسعود کی برکت سے مسلمانوں کی اس علاقے میں قلت، کثرت میں بدل گئی۔ بہت سے قبائل نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ شیخ محمد اکرام کے مطابق:

"اشاعت اسلام میں جتنی کامیابی آپ کو ہوئی ہے حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کو شاید ہی ہوئی ہو۔ مغربی پنجاب کے کئی بڑے بڑے قبیلے آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ مثلا سیال، راجپوت وٹو وغیرہ۔"[33]

"حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کی تبلیغی خدمات" میں پیر اجمل چشتی لکھتے ہیں کہ:

"یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ شیخ شیوخ العالم حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے دست حق پرست پر راجپوتانہ، بیکانیر، جیسلمیر اور دریائے ستلج و راوی، چناب اور سرزمین پوٹھوہار کے بڑے بڑے قبائل جوہیا۔ ۱۔ وٹوے، ۲۔ سیال، ۳۔ کھرل، ۴۔ گوندل، ۵۔ ٹوانے، ۶۔ شلولی، کندی، کلیرا، منج، ڈھوری، ڈھڈی، چدھڑ، گوجر، ۷۔ ڈوگر، ۸۔ ورک،

۹۔ وڑائچ، چھپ، چیمہ، ورہیاہ، گھیبہ، کھیڑ اہراج، وہیر، کاٹھیا، ۱۰۔ وہنی وال، جاٹ، ۱۱۔ چوہان، ۱۲۔ جنہال، جیتل، جیٹھل، نون، ۱۳۔ چھینہ، ۱۴۔ میکن، ۱۵۔ ہانس، ۱۶۔ کھوکھر، بھٹی مسلمان ہوئے جن کی سینکڑوں ذیلی شاخیں مملکت اسلامیہ پاکستان میں ملکی ترقی و خوشحالی میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔"(34)

بابا فریدؒ نے اپنا ڈیرہ مغربی پنجاب میں سنگلاخ اور بنجر اذہان کے علاقے میں ڈالا لیکن آپ کی تبلیغی مساعی کے اثرات نہ صرف پنجاب بلکہ پورے ہندوستان برعظیم پاک و ہند اور اس سے باہر افغانستان وغیرہ تک نظر آتے ہیں۔

بابا فریدؒ کے دست مبارک پر نہ صرف بے کس و مجبور، مظلوم اور معاشرے کے ستائے ہوئے لوگوں نے اسلام قبول کیا بلکہ ذی جاہ و چشم سرداروں، راجاؤں اور صاحب سطوت لوگوں نے بھی آپ کے دامن سے وابستہ ہو کر اسلام کی دولت حاصل کی۔ بقول پیر اجمل چشتی:

"عہد شباب سے لے کر سن کبیر تک سفر و حضر میں تبلیغ اسلام ان کا مرکز نگاہ و محور حیات رہا اور وہ اپنے حسن عمل اور اخلاق سے ایسے جری و بہادر قبائل کو حلقہ اسلام میں لے آئے جو سلاطین کی فتح یابی و ظفر مندی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ اور عساکر اسلام کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے رہتے تھے۔"(35)

آپ کی شخصیت علم و فضل، ریاضت و مجاہدہ ہر لحاظ سے ایک کامل و اکمل تھی۔ ظاہری و باطنی علوم، اخلاص و فکر آپ کی شخصیت کے وہ عناصر ترکیبی تھے کہ جن کی بدولت سر انخفاء میں آپ کا مقام بلند سے بلند تر تھا۔ آپ نے اسلامی تعلیمات کی ترویج و اشاعت میں بنیادی کردار ادا کیا۔ آپؒ کے طرز عمل اور صوفیانہ فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ پابند شریعت تھے اور آپ نے اسلامی تعلیمات کو لوگوں کے دلوں کا مسکن بنا دیا۔ آپ کے ملفوظات اور آپ کا طرز عمل بھی اس بات کا غماض ہے کہ آپ نے اسلامی تعلیمات کی ترویج و اشاعت میں اپنے حصے کا کام باسانی مکمل کیا اور صحیح معنوں میں آپ کی ذات مبلغ اسلام کے عہدے پر فائز ہوئی۔ اگر آپ کے ملفوظات کا جائزہ لیا جائے تو آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ ترک معصیت ہی سب سے بڑی دانشمندی ہے۔ مصائب اور مشکلات میں نہ گھبرانا عظیم شجاعت ہے۔ یہ آپ کے علمی اور روحانی ملفوظات تھے کہ جن کی بنا پر ایک عالم نے ہدایت پائی اور علم و آگاہی، شعور و دانش۔ روحانیت و معرفت کے جو چراغ آپ نے روشن کیے آج تک ایک خلق کثیر ان سے مستفید و مستفیض ہو رہی ہے۔

زکوۃ کی اقسام

آپ نے اپنے ملفوظات میں اسلامی تعلیمات کی درست طریقے سے عکاسی کی ہے۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر کی مجلس میں زکوۃ کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ آپؒ نے زکوۃ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ زکوۃ تین طرح کی ہوتی ہے۔

۱۔ زکوۃ شریعت ۲۔ زکوۃ طریقت ۳۔ زکوۃ حقیقت

زکوۃ شریعت یہ ہے کہ دوسو درہم میں پانچ درہم مستحقوں کو دیا جائے۔ زکوۃ طریقت یہ ہے کہ دوسو درہم میں سے پانچ درہم اپنے پاس رکھا جائے اور بقیہ سب خدا کی راہ میں خرچ کر دیا جائے اور زکوۃ حقیقت یہ ہے کہ دوسو درہم میں سے سب کا سب راہ خدا میں دے دیا جائے اور اپنے پاس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے سوا اور کچھ نہ چھوڑا جائے۔[36]

اگر اس بات کا جائزہ لیا جائے تو یہی تعلیمات ہمیں قرآن کریم سے ملتی ہیں۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد ربانی ہے:

"وَيَسْــَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ "[37]

(اور یہ راہِ خدا میں خرچ کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں تو کہہ دیجئے کہ جو بھی ضرورت سے زیادہ ہو)

گویا آپؒ نے جس کو طریقت کا نام دیا حقیقت میں یہی شریعت کا مدعا ہے کہ مال امیروں سے لے کر غریبوں پر خرچ کیا جائے تاکہ انھیں بھی راحت والی زندگی کا احساس ہو اور یہی احساس ہی اصل زندگی ہے۔

توبہ کی اقسام

شریعت اسلامیہ میں توبہ کا تصور موجود ہے۔ کہ اگر اللہ کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے اگر کوئی خطا ہو جائے تو اس خطا کی اللہ سے معافی مانگ لی جائے اور آئندہ ایسی خطا کے نہ ہونے کا اقرار کرلیا جائے تو اسے توبہ کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اِنَّمَا التَّوْبَۃ عَلَى اللهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَهَالَۃ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللهُ عَلِـيْمًا حَكِيْمًا "[38]

(توبہ خدا کے ذمہ صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو جہالت کی بناء پر برائی کرتے ہیں اور پھر فوراً توبہ کر لیتے ہیں کہ خدا ان کی توبہ کو قبول کرلیتا ہے وہ علیم و دانا بھی ہے اور صاحبِ

حکمت بھی)

بابا فرید الدین بھی توبہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ توبہ کی چھ قسمیں ہیں:

۱۔ دل اور زبان سے توبہ کرنا ۲۔ آنکھ کی ۳۔ کان کی

۴۔ ہاتھ کی ۵۔ پاؤں کی ۶۔ نفس کی (39)

لہٰذا جب توبہ کی جائے تو محض زبان سے کہہ دینا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ اس کا عملی اظہار بھی ہونا چاہیے جس میں آنکھ کان اور پاوں وغیرہ شامل ہیں۔

توکل علی اللہ

بابا فرید الدین اللہ پر توکل اور بھروسہ کی تعلیم بھی دیتے تھے، کیونکہ قرآن کریم میں بھی اس کی تعلیم دی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللہِ فَہُوَ حَسْبُہٗ"(40)

(اور جو خدا پر بھروسہ کرے گا خدا اس کے لئے کافی ہے۔)

بابا فرید الدین نے اس کی عملی وضاحت اس طرح بیان کی۔ مختلف تذکرہ نگاروں نے آپ کے توکل کی عملی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ایک مرتبہ حضرت شیخ بابا فرید الدین گنج شکر اپنا عصا لے کر چلے چند ہی قدم چلنے کے بعد انھوں نے عصا ہاتھ سے پھینک دیا اور ندامت و پشیمانی کے اثرات روئے مبارک سے ظاہر ہونے لگے۔ حضرت نظام الدین اولیاء وہاں پر حاضر تھے انھوں نے عرض کیا کہ حضرت کے تفکر اور حیرت کی وجہ نہیں معلوم ہوئی۔ آپؒ نے فرمایا کہ عصا پر میں نے ذرا سہارا لیا تھا کہ عتاب الٰہی نازل ہوا کہ مجھے چھوڑ کر دوسری چیز پر تو نے سہارا کیوں لیا، میں نے عصا پھینک دیا اور شرمندہ ہوں۔"(41)

انفاق فی سبیل اللہ

شریعت اسلامیہ میں انفاق فی سبیل اللہ پر کافی زور دیا گیا ہے کہ جو مال بھی آپ کے پاس ضرورت سے زائدہ ہو وہ اللہ کی راہ مین خرچ کرو۔ یہی مال تمھاری نجات کا ذریعہ بن جائے گا۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

"اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَہُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّہَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً فَلَہُمْ اَجْرُ ہُمْ عِنْدَ رَبِّہِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ "(42)

(جولوگ اپنے اموال کوراہِ خدامیں رات میں۔ دن میں خاموشی سے اور علی الاعلان خرچ کرتے ہیں ان کے لئے ان کے رب کی طرف سے اجر بھی ہے اور انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم۔)

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہے:

”وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ “[43]

(اور خیرات مین جومال تم خرچ کرتے ہو وہ تمہارے اپنے لیے بھلاہے آخر تم اسی لیے تو خرچ کرتے ہو کہ اللہ کی رضاحاصل ہو توکچھ مال تم خیرات میں خرچ کروگے اس کا پورا پوراا جر تمھیں دیاجائے گااور تمہاری حق تلفی نہیں ہوگی۔)

بابا فرید الدین کے افکار اور طرز عمل سے ہمیں اس کی جھلک نظر آتی ہے جب آپ نے مسافروں کی مدد کی۔ ابن عبدالرحیم نے تذکرہ خواجگان چشت میں اس کی وضاحت بیان کی ہے:

”ایک دن درویش کی ایک جماعت بابافرید الدین گنج شکر کی کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض پرواز ہوئی کہ ہم مسافر ہیں اور سفر خرچ کے لیے پیسے نہیں ہیں۔ حضرت بابا فرید نے کئی تخم خرما کے جو ان کے سامنے رکھے تھے اٹھا کر اپنے ہاتھ سے دے دیے اور رخصت کر دیا۔ سامنے سے ہٹنے کے بعد ان لوگوں نے چاہا کہ اسے پھینک دیں مگر جب مٹھی کھولی توسب سونے کے تھے۔“[44]

بابا فرید فرماتے ہیں کہ جو شیخ عمدہ کھائے اور خوب سوئے اور ساتھ ہی خدا کی محبت کا دعویٰ کرے تووہ جھوٹاہے۔[45]

قرآنی اُوراد و وظائف

بابافرید الدین نے اپنے مریدین اور عوام الناس کے کچھ قرآنی اُوراد و وظائف بھی بیان کیے۔ بابا فرید الدین فرماتے ہیں کہ: اگر کوئی شخص صبح کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان تین روز تک سورۃالبقرہ پڑھے تواس کامقصد پوراہو گا۔[46]

راحت القلوب میں آپ فرماتے ہیں: جو شخص ستر بار سورۃالانعام پڑھے اس کی حاجت پوری ہوگی۔[47]

غم و فکر دور کرنے کے لیے

آپؒ فرماتے ہیں کہ: جو شخص "لاالٰہ الا انت سبحانک إنی کنت من الظالمین "پڑھے غم و فکر سے نجات پائے گا۔[48]

معاشی تنگدستی دور کرنے کے لیے

آپؒ فرماتے ہیں کہ حسب ذیل دعا پڑھنے سے معاش میں تنگی دور ہوتی ہے:

"بسم اللہ الرحمن یا دائم العز والملک والبقایاً ذاالجلال والجود والفضل والعطایا ویا ذالعرش المجید یا فعال لما یرید"[49]

بابا فرید الدین نے اوچ شریف کی جس مسجد میں چلہ معکوس[50] کیا تھا، اس کے مؤذن رشید الدین مینائی نے آپ سے رزق کی وسعت کے لیے دعا کی درخواست کی تو آپؒ نے فرمایا جاؤ اور وعظ کیا کرو۔ مؤذن نے کہا کہ میں لکھنے پڑھنے سے نابلد ہوں، آپ نے فرمایا کہ ممبر پر قدم رکھنا تمھارا کام ہے اور تم پر کرم کرنا حق تعالیٰ کا کام ہے، تم بس اپنے کام میں لگو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس پر ایسا کرم کیا کہ وہ ایک مشہور واعظ اور مالدار بھی ہو گیا۔[51]

آپؒ نے فرمایا کہ اگر پڑھنے کا مقصد جنگ و جدال ہے تو مت پڑھو، اگر عمل کے لیے ہے تو اس قدر علم کافی ہے کہ پڑھو اور اس پر عمل کرو۔ شریعت کے علم کے پڑھنے سے مقصود اس پر عمل کرنا ہوتا ہے نہ کہ خدا کی مخلوق کو تکلیف پہنچانا ہے۔[52]

بابا فرید الدین گنج شکر کے صوفیانہ افکار

اگر آپؒ کے صوفیانہ افکار کا جائزہ لیا جائے تو اس میں بھی ہمیں اسلام کی حقیقی تعلیمات کا عکس نظر آتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"لوگوں میں سب سے زیادہ عقل مند وہ ہے جو دنیا کو چھوڑ دینے والا ہے اور لوگوں میں بزرگ ترین آدمی وہ ہے جو جو کسی بات سے متغیر نہ ہو اور لوگوں میں سب سے زیادہ غنی وہ ہے جو قانع ہو اور لوگوں میں سب سے زیادہ فقیر وہ ہے جو قناعت کو چھوڑ دیتا ہے۔"[53]

آپؒ نے فرمایا:

رضینا قسمۃ الجبار فینا   لنا علم وللجہال مال[54]

(ہم راضی ہیں پروردگار کی اس تقسیم سے کہ ہمارے لیے علم ہے اور جاہلوں کے لیے مال ہے۔)

آپؒ نے فرمایا۔ان ارذل الناس من اشتغل بالاکل و اللباس[55]

"لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل وہ شخص ہے جو کھانے اور پینے میں مشغول رہے۔"

سچائی جس میں جھوٹ کی آمیزش ہو زبان سے مت نکال۔[56]

جب دولت مندوں کے پاس بیٹھے تو دین کو فراموش نہ کر اور سخاوت سچ بولنے والے پر کر۔[57]

الغرض برصغیر پاک و ہند ایک ایسا خطہ ہے جہاں صوفیاء اور اہل علم نے اس کو اپنا مسکن بنایا۔ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کا شمار بھی اللہ تعالیٰ کے انھیں مقرب بندوں میں ہوتا ہے جنھیں درجہ ولایت پر فائز کیا گیا۔ صوبہ پنجاب (پاکستان) کے لوگوں نے آپؒ سے روحانی فیض حاصل کیا اور یہ روحانی فیض ایسا جاری ہوا جو آج تک جاری و ساری ہے۔ آپ نے جہاں دینی علوم حاصل کیے وہیں باطنی علوم حاصل کر کے خواجگان میں شامل ہوئے اور بہت دور دور سے غوث، قطب اور ابدال آپ کے پاس حاضری دیتے اور آپ کے فیض سے مستفیض ہوتے۔ آپ نے جہاں دینی علوم حاصل کرنے کی طرف لوگوں کو راغب کیا وہیں آپ نے باطنی علوم سے بھی ان کو منور کیا اور اس خطے کے لوگوں کو صحیح معنوں میں اسلام کی اصلی تعلیمات سے بھی روشناس کرایا۔ یہی وجہ ہے کہ اس علاقے کے بہت سے غیر مسلم بھی آپ کے دست حق پرست پر اسلام میں داخل ہوئے۔ آپ نے تمام لوگوں کو اسلام کی اصلی تعلیمات، بنیادی عقائد، ارکان اسلام، معاملات زندگی، انسانی رویوں میں رواداری اور اخلاقِ کریمانہ کی تعلیم دی۔ آپؒ ریاضت، عبادت، مجاہدہ، فقر اور ترک و تجرید میں بے نظر تھے۔ شہرت، پسند نہ فرماتے تھے اور آپ کو استغراق بہت تھا۔ تحمل، بردباری، قناعت، توکل، تقویٰ، ورع، عشق اور ذوق و شوق کا مجسمہ تھے۔ آپ کا یہ طرہ امتیاز ہے جس کی وجہ سے لوگوں میں توحید، خدمت خلق، احترام انسانیت اور رواداری کے جذبوں کو فروغ ملا۔ آج معاشرے جس کیفیت کا شکار ہیں ان حالات میں آپؒ کی تعلیمات اور آپ کے روادارانہ رویوں سے ہم اپنی عملی زندگیوں کو مزین کر کے منور کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ ایسے صوفیاء کی حقیقی تعلیمات کو زدعام کیا جائے تاکہ صوفیت کا اصل مقام و مرتبہ بھی سب پر عیاں ہو اور تمام لوگ ان کی روحانی برکات سے بھی فیض یاب ہو سکیں۔

حوالہ جات و حواشی

1۔ امیر خورد، سید محمد مبارک علوی کرمانی، سیر الاولیاء، مترجم اعجاز الحق قدوسی، مرکزی اردو بورڈ لاہور، طبع اول، ۱۹۸۰ء، ص ۱۴۷

2۔ امیر خورد، س، سیر الاولیاء، ص ۱۴۴

3۔ محمد علی اصغر چشتی، جواہر فریدی، مترجم علامہ فضل الدین نقشبندی، مکتبہ بابا فرید پاک پتن شریف، ص ۱۱۹

4۔ ابن شیخ عبد الرحیم، تذکرہ خواجگان چشت، نفیس اکیڈمی کراچی، ص ۱۸۶

5۔ امیر خورد، سیر الاولیاء، ص ۱۴۸، ۱۴۷

6۔ آپ کا اصل نام تموجن (لوہے کا کام کرنے والا) تھا آپ دریائے آذان کے علاقے میں پیدا ہوئے اور آپ منگول سردار تھے۔ آپ کا عہد ۱۲۲۰ تا ۱۲۲۷ ہے۔

7۔ مانڈوی، محمد غوثی شطاری، اذکار ابرار (گلزار ابرار) اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور، ص ۴۸

8۔ ابن شیخ عبد الرحیم، تذکرہ خواجگان چشت، ص ۱۸۷

9۔ جس کا موجودہ نام دیوان چاولی مشائخ ہے جو اب تحصیل بورے والہ سے دس میل کے فاصلے پر ضلع وہاڑی میں واقع ہے۔

10۔ سالک السالکین، ج ۲، ص ۱۵۸

11۔ امیر خورد، سیر الاولیاء، ص ۹۱

12۔ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر، ملفوظات، مرتبہ بدر الدین اسحاق (اسرار الاولیاء)، مکتبہ فریدیہ ساہیوال، ص ۱۲

13۔ مانڈوی، محمد غوثی شطاری، اذکار ابرار (گلزار ابرار)، ص ۴۸

14۔ حافظ محمد حسین مراد آبادی، انوار العارفین (فارسی)، ص ۲۹۲

15۔ امیر خورد، سیر الاولیاء، ص ۱۶۰، ۱۵۹

16۔ مانڈوی، محمد غوثی شطاری، اذکار ابرار (گلزار ابرار)، ص ۴۹، عبد الحق محدث دہلی، اخبار الاخیار، ص ۱۰۹

17۔ ابن شیخ عبد الرحیم، تذکرہ خواجگان چشت، ص ۱۸۵

18۔ فرشتہ، محمد قاسم، تاریخ فرشتہ، ص ۳۸۳

19۔ ابن شیخ عبد الرحیم، تذکرہ خواجگان چشت، ص ۱۸۷

20۔ شارب، ظہور الحسن، ڈاکٹر، تذکرہ اولیاء پاک و ہند، ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور، ص ۵۲

21۔ امیر خورد، سیر الاولیاء، ص ۱۵۰

22۔ رونق علی، روضۃ الاقطاب، (مظہر آصفی)، مطبع معین دکن اورنگ آباد، ص ۵۹

23۔ مُرجئہ ایک ایسا فرقہ ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ایمان کا تعلق محض قول اور زبان سے ہے عمل کا اس میں دخل نہیں۔

24۔ امیر خورد، سیر الاولیاء، ص ۱۵۲

25۔ امیر خورد، سیر الاولیاء، ص ۱۵۳

26۔ اجودھن دریائے ستلج کے قریب ایک مقام تھا جو ملتان سے دہلی جانے والوں کی گزرگاہ پر واقع ہونے کی وجہ سے معروف تھا۔ اس وقت دریائے ستلج اس کے قریب ہی بہتا تھا۔ لوگ دریا کو اسی مقام سے عبور کرتے تھے۔ بابا فرید الدین کے قیام پذیر ہونے کے بعد اجودھن کو لوگ آپؒ کی شرف نسبت کی بنا پر پاک پتن کہنے لگے اور پھر اس نام سے وہ قبولیت عامہ حاصل کی کہ اب بہت کم لوگ اس کا پرانا نام جانتے ہیں۔ (بابا فرید الدین مسعود گنج شکر، ملفوظات، مرتبہ بدر الدین اسحاق (اسرار الاولیاء)، مکتبہ فریدیہ ساہیوال، ص ۲۵)

27۔ امیر خورد، سیر الاولیاء، ص ۱۵۴

28۔ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر، ملفوظات، مرتبہ بدر الدین اسحاق (اسرار الاولیاء)، مکتبہ فریدیہ ساہیوال، ص ۲۸

29۔ امیر خورد، سیر الاولیاء، ص ۱۹۰، نظام الدین اولیاء، فوائد الفواد، ص ۱۷۳

30۔ خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت، ص ۱۶۸، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، ص ۱۱۱ سفینۃ الاولیاء، ص ۹۷

31۔ امین الدین، تذکرہ علی ہجویری، ص ۸۰۔۸۱

32۔ امیر حسن سجزی، فوائد الفواد، ص ۸۴۔ ۸۵۔ ۲۴۵

33۔ شیخ محمد اکرم، آب کوثر، ص ۲۲۲

34۔ پیر محمد اجمل چشتی، حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کی تبلیغی خدمات چشتیاں شریف، بہاول نگر، ۲۰۰۶ء، ص: ۶۔۷

35۔ پیر محمد اجمل چشتی، چلہ گاہیں، ص ۱۶

36۔ ابن شیخ عبد الرحیم، تذکرہ خواجگان چشت، ص ۱۹۲

37۔ البقرہ، ۲۱۹

38۔ النساء، ۱۷

39۔ بابا فرید الدین، راحت القلوب، ص ۱۴۴

40۔ الطلاق، ۳

41۔ ابن شیخ عبد الرحیم، تذکرہ خواجگان چشت، ص ۱۹۰، امیر خورد، سیر الاولیاء، ص ۱۷۸

42۔ البقرۃ، ۲۷۴

43۔ البقرۃ، ۲۷۲

44۔ ابن شیخ عبد الرحیم، تذکرہ خواجگان چشت، ص ۱۹۴

45۔ امیر خورد، سیر الاولیاء، ص ۱۵۸

46۔ بدر الدین، اسرار الاولیاء، ص ۳۹

47۔ بابا فرید الدین، راحت القلوب، ص ۲۰۴

48۔ بابا فرید الدین، راحت القلوب، ص ۲۱۴

49۔ محمد قاسم۔ تاریخ فرشتہ (فارسی) ۳۸۵

50۔ شیخ قطب الدین بختیار کاکی نے چلہ معکوس کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ چلہ معکوس یہ ہے کہ چالیس روز یا چالیس شب پاؤں میں رسی باندھ کر اور کنویں میں الٹا لٹک کر خدائے تعالیٰ کی عبادت کرے۔ (امیر خورد سیر الاولیاء، ص ۱۶۰)

51۔ امیر خورد، سیر الاولیاء، ص ۱۶۲

52۔ امیر خورد، سیر الاولیاء، ص ۱۸۲

53۔ امیر خورد، سیر الاولیاء، ص ۱۶۸

54۔ امیر خورد، سیر الاولیاء، ص ۱۷۰

55۔ امیر خورد، سیر الاولیاء، ص ۱۷۱

56۔ امیر خورد، سیر الاولیاء، ص ۱۷۲

57۔ امیر خورد، سیر الاولیاء، ص ۱۷۲